مدیرِ اعلیٰ : نعمان الٰہی

جلد ۷۸ ستمبر ۱۹۹۴ء شمارہ ۔ ۲

اس شمارے میں

ناشر: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو ایس اے

پتہ: ۱۳۱۵ کنگز گیٹ روڈ، کولمبس، اوہائیو ۱۵۰۴-۴۳۲۲۱ (یو ایس اے)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

"ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کیطرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے وہ مردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اسکو کمزور سمجھتے ہیں سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ انکی حالت ہے۔ لیکن جب تو دعا کیلئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اسکے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنیکا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آ جائیگا بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اسکے ہو گئے ہیں وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اسکے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔

کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اسکا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس طرح سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں"۔

"اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالےٰ تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔

ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اسکی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اسکے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گد اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دور جا پڑے انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کیطرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے

اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے انکے اندر دنیا پرستی کا جزام ہے جس نے انکے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دئے ہیں پس تم اس جزام سے ڈرو۔ میں تمہیں حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کیطرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اس کے اذن سے۔ ایک مردہ اس پر ہنسی کریگا مگر کاش وہ مرجاتا تو اس ہنسی سے اس کے لئے بہتر تھا۔

خبردار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی ریس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے آؤ ہم بھی انہیں کے قدم پر چلیں۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے انکا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان اسلئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔ میں تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے تم راستباز اسوقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ منہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے انکے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں۔ نہیں بلکہ یک دفعہ گرینگی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو گی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے"۔

"یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی بھی نہیں۔ جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اسکا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کی رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد کیا جاتا ہے۔ مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے۔ بہر حال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اس حی وقیوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں بلکہ لاپروا ہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی ان کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو اس انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح تمہیں چاہیئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور ان کو عزت کی نگاہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنے کلام میں سکھلایا ہے۔ (کشتی نوح، ص ص ۲۰، ۲۱)

مسئلہ خلافت پر ایک اجمالی نظر (2)

حضرت مرزا صاحب کی خلافت مشائخ کی خلافت ہے نبیوں کی خلافت نہیں

مولانا حافظ شیر محمد

شخصی خلافت کے اثبات میں حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل حوالہ بھی پیش کیا جاتا ہے ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق (حمامۃ البشریٰ، ص ۱۳۱) کہ مسیح موعودؑ یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد ضرور شخصی خلیفے ہوں گے حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے حمامۃ البشریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بہ تبدیل الفاظ انجام آتھم میں اس طرح لکھا ہے:

ثم من الممکن ان ننزل بساحت دمشق او احد من اتباعنا المخلصین (انجام آتھم، ص ۱۲۹) یعنی پھر ممکن ہے کہ ہم کسی وقت دمشق کی طرف سیاحت کریں یا ہمارے متبعین میں سے کوئی دمشق جائے۔

تو یہاں من خلفائہ کی جگہ من اتباعنا لکھ کر وضاحت کر دی کہ خلیفۃ بہ معنی متبع ہے اس جگہ خلیفہ کا اصطلاحی مفہوم مراد نہیں۔ تو اس حوالہ سے نبوت اور خلافت کا مفہوم قطعاً ثابت نہیں ہوتا، خلاصہ یہ کہ:

۱۔ حضرت مسیح موعودؑ آیت استخلاف اور حدیث مجدد کے ماتحت امت محمدیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چودھویں صدی کے خلیفہ اور مجدد ہیں۔

۲۔ الوصیت کے مطابق آپ کے بعد متعدد آدمیوں کو بیعت لینے کا حق ہے۔

۳۔ نظم و نسق سنبھالنے کے لئے انجمن ہی مسیح موعودؑ کی جانشین ہے۔

۴۔ ہر قسم کی آمدنی اور روپیہ میں انجمن کو ہی اختیار کلی ہے۔

۵۔ ممبروں کے ادخال اور اخراج کا حق بھی صرف انجمن کو ہی حاصل ہے۔

۶۔ تمام بیرونی انجمنیں بھی صدر انجمن کے تابع ہیں۔

۷۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کی تحریر کے مطابق ہر معاملہ میں صرف انجمن کا فیصلہ کافی ہو گا۔

غرض حضرت مسیح موعودؑ اپنے بعد کسی ایسے فرد واحد کی خلافت کے قائل نہیں جو انجمن کے فیصلوں کو رد کر سکتا ہو بلکہ اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو دو حصوں میں تقسیم کر کے "الوصیت" میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

اس دوسرے نظام پر مشتمل جو آئین اور دستور خدا کے مامور اور مسیح موعودؑ نے جماعت کو دیا۔ اس کی روشنی میں آپ کے بعد ترقی اسلام اور اشاعت قرآن کے کام کو جاری رکھنے کے لئے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن موجود تھی اور وہ آپ کی ہی منتخب کردہ تھی، لیکن مرکز میں صرف آپ کے قائم مقام اور آپ کے نام پر لوگوں سے بیعت لینے والے ایک عظیم روحانی جانشین کی ضرورت تھی اس کے لئے انجمن کے ممبران، خاندان مسیح موعودؑ اور تمام قوم کی نظر حکیم الامت حضرت مولانا نور الدینؒ پر پڑی جو نہ صرف فنافی الشیخ تھے بلکہ ہر لحاظ سے بہت بڑے آدمی تھے۔ اس لئے جب آپ کو بیعت لینے کے لئے کہا گیا تو آپ نے جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں اول میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت صاحب کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان

صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گذاران دین میں سے بھی سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سید بھی ہیں خدمات میں بھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے آپ نے ضعیف العمری میں بھی بہت سی تصانیف حضرت صاحب کی تائید میں کیں یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتیں یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں یہ ایک بڑا بوجھ ہے اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دکھوں کیلئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں موجودہ حالت میں تقریباً ایسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے، اس وقت مردوں، بچوں، عورتوں کے لئے ضروی ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔

اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کر لو میں تمہارے ساتھ ہوں میں خود ضعیف ہوں، بیمار رہتا ہوں پھر طبیعت مناسب نہیں اتنا بڑا کام آسان نہیں"۔ (اخبار الحکم، ۶ جون ۱۹۰۸ء۔ ص ۷)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ہوتی ہے :

اول:- حکیم الامت مولانا نور الدینؓ حضرت مجدد صد چہاردہم کے بعد بنائے جانے والے جانشین کو وحی اور الہام کی بناء پر نہیں بلکہ اسباب کے ماتحت خلیفہ سمجھتے تھے وگرنہ ہرگز نہ فرماتے کہ فلاں یا فلاں بزرگ کو حضرت مرزا صاحب کا جانشین بنالیا جائے۔

دوئم:- اگر جسمانی قرابت داری کی وجہ سے قوم نے خدا تعالیٰ کے فرستادہ کا جانشین چننا تھا تو جناب میاں محمود احمد صاحب، میر ناصر نواب صاحب اور نواب محمد علی صاحب میں سے کسی کو بناتے۔

سوم:- نیکی، تقوےٰ، خدماتِ دینیہ اور روحانی رشتہ اگر قوم کو ملحوظ خاطر ہوتا تو جناب سید محمد احسن صاحب امروہی اور مولانا محمد علی صاحب میں سے کسی کو بنایا جاتا۔

چونکہ حکیم الامت حضرت مولانا نور الدینؓ کا تعلق دینی ہو یا روحانی ہر لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بہت زیادہ تھا اس لئے بغیر کسی اختلاف کے ساری جماعت نے ان کے جانشین بنائے جانے پر اتفاق کیا۔ اور انجمن نے تمام قوم کو اس کی اطلاع کے لئے ان الفاظ میں اعلان کیا :

"حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین، صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا۔ حضرت مسیح موعودؑ، باجازت حضرت اماں جان کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔" (اخبار بدر، ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اعلان میں دو باتیں سمجھنے والی ہیں ایک یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد تمام قوم کا صرف خلافت پر نہیں بلکہ دو باتوں پر اجماع ہوا۔ ایک حضرت صاحب کے منصب و مرتبہ کے متعلق اور دوسرا آپ کی جانشینی پر۔ حضرت مرزا صاحب کے منصب کے متعلق تو اس طرح کہ آپ کے مزار پر حضرت مولانا نور الدینؓ کے حکم اور ساری قوم کے اتفاق سے جو کتبہ لگایا گیا اس پر حسب ذیل عبارت مرقوم تھی:-

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رئیس قادیان
مسیح موعود و مجدد صدی چہاردہم۔
تاریخ وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء۔

قبر کا کتبہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ اس قبر کے اندر کون مدفون ہے۔ مجدد یا نبی جس طرح حضرت "مجدد الف ثانی" کے الفاظ اور سید احمد بریلویؒ کے مزار واقعہ بالا کوٹ پر "مجدد صد سیزدہم" کے الفاظ بتاتے تھے کہ مدفون کا مرتبہ اور مذہب کیا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی قبر کا کتبہ

بھی آپ کے مقام کو بالوضاحت بیان کر رہا تھا کیونکہ کسی نبی کی قبر پر مجدد کے الفاظ کبھی نہیں لکھے گئے۔ ۱۹۲۷ء تک یہی کتبہ بدستور قائم رہا۔ راولپنڈی کے بعض ارکان جماعت نے دسمبر ۱۹۲۸ء بر موقعہ جلسہ سالانہ قادیان جا کر اس کتبہ سے حضرت مرزا صاحب کی عدم نبوت پر استدلال کیا اس لئے اسکے بعد جلد ہی اس کتبہ کو قادیان کے ارباب حل و عقد نے بدل دیا اور اس کی جگہ جو کتبہ وہاں نصب کیا گیا اس سے "مجدد صدی چہار دہم" کے الفاظ کاٹ دیئے گئے۔ جب اس کتبہ سے حضرت مرزا صاحب کا مقام اور منصب متعین ہو کہ آپ "مجدد صدی چہار دہم" تھے تو آپ کے بعد جس خلافت پر اجماع ہوا وہ مجدد کی خلافت ہوئی۔

دوسری بات جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کے علاوہ الوصیت میں وہ کونسے الفاظ ہیں جن میں مولانا نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خلافت کا اشارہ ہے۔ تو جس طرح پہلے لکھا جا چکا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد قائم ہونے والے نظام کو دو حصوں میں تقسیم کیا (الف) نظام نظم و نسق (ب) نظام بیعت۔ اس دوسرے نظام میں آپ کی جانشینی بھی دو طرح کی ہے۔ اول۔ انتظامی اور مالی معاملات میں تو انجمن کے تمام ممبران کو بحیثیت مجموعی خلیفتہ المسیح قرار دیا۔ دوم جو نظام بیعت ہے اس میں وہ بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں جن کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں تو وہ دوسروں کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت لینے کے مجاز ہیں اور وہ اشخاص جن کو چالیس مومن یا پوری جماعت بیعت لینے کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ یا جانشین کے طور پر منتخب کرے گی وہ صرف غیر از جماعت لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب کے نام پر ان سے بیعت لینے کے مجاز ہوں گے اور جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے وہ انہیں مجبور نہیں کر سکتے یہ ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ ان کی بیعت کریں یا نہ کریں اگر وہ ان کی بیعت نہ کریں تو وہ فاسق نہیں ہوتے۔ تو مولانا نور الدین رحمتہ اللہ علیہ کو اسی دوسرے نظام کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق جماعت نے خلیفہ قبول کیا یہی تمام جماعت کا عقیدہ تھا۔

(الف) انصار اللہ قادیان نے ۱۹۱۳ء میں لکھا کہ:-

اول۔ ہم خلیفہ کا وجود الوصیت میں ان الفاظ میں پاتے ہیں کہ:-

"چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں۔ الخ"

دوم۔ حضرت مرزا صاحب نے ان بیعت لینے والوں کو ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ الخ"

(خلافت احمدیہ، شائع کردہ انصار اللہ، قادیان)

(ب) ۱۹۱۳ء کے پیغام صلح میں لکھا گیا کہ:-

"حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو حضرت رسول کریمؐ کا سچا نمونہ اور اسلام کا برگزیدہ امام یقین کرتے ہیں اور آپ کے اس فرمان کے ماتحت "چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں"۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کو جو کہ جماعت میں نہایت پاک نفس انسان ہیں اور علوم دینی اور دنیوی میں فی زمانہ دنیا میں لاثانی ہیں اور تقویٰ اور طہارت میں اعلیٰ پایہ رکھتے ہین، چالیس آدمیوں نے نہیں بلکہ ساری جماعت احمدیہ نے جماعت کی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید سے امام تسلیم کیا ہے"۔

(پیغام صلح، ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

(ج) جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جب حضرت خواجہ کمال الدین رحمتہ اللہ علیہ نے الوصیت کے ان الفاظ کو پڑھا تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو مختلف مقامات میں کئی خلیفے ہو جائیں گے اور مرکزیت ختم ہو جائے گی۔ تو خواجہ صاحب نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضرت اس طرح تو گاؤں گاؤں میں خلیفہ ہو جائے گا" تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا "اس میں آپ کا کیا نقصان ہے وہ تو جماعت کو ترقی دینے والے ہوں گے انتظامی معاملات ہم نے انجمن کے سپرد کر دیئے ہیں"۔ (ایک نہایت ضروری اعلان، ص ۵)

تو انجمن کے اس اعلان میں کسی ایسے خلیفہ کا جو انجمن کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی اس میں نبوت کی خلافت کا کوئی ذکر ہے بلکہ اس دوسرے نظام بیعت کے ماتحت حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مشائخ اور مجددین کے خلفاء کی طرح مجدد صد چہاردہم کا تمام جماعت نے بالاتفاق جانشین تسلیم کیا۔ یہی عقیدہ حضرت مولانا نور الدینؒ کا تھا جیسا کہ فرمایا:

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکتا وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے یہ بات یاد رکھو میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے"۔ (اخبار بدر، ۲۷ جولائی ۱۹۱۰ء)

اس میں آپ نے بتلایا کہ میری خلافت حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کی طرح ہے جو مشائخ کی خلافت ہے کہیں اس کو نبوت کی خلافت نہ سمجھ لینا اسی میں بھلائی ہے۔

پھر فرمایا:۔

"میرے اور صدر انجمن کے تعلقات دوستانہ اور پیری مریدی کے رنگ میں ہیں میں ان کا پیر ہوں اور وہ میرے مرید ہیں وہ محبت اور اخلاص کے ساتھ میرے فرمانبردار ہیں"۔ (اخبار بدر، ۲۹ جون ۱۹۱۱ء۔ ص ۲)

یہی حضرت مولانا محمد علی صاحب نے لکھا تھا:۔

"ہاں ایک اور سلسلہ بیعت کا صوفیاء میں مروج ہے جسے بیعت توبہ کہتے ہیں اس بیعت میں داخل ہو کر بھی انسان اپنے مرشد کے احکام کا اس طرح مطیع ہو جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا مفہوم ہے مگر اس کو بیعت خلافت راشدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح کے جملہ احکام کو خواہ وہ مسائل کے بارے میں ہوں یا کسی اور بارے میں ان سب لوگوں کے لئے ماننا ضروری قرار دیا گیا"۔ (ایک نہایت ضروری اعلان، ص ۱۰)

صوفیاء کے طریق پر بیعت ارشاد کر لینے کے بعد تمام جماعت حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل ضروری سمجھتی تھی۔ اس لئے جن لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی انہیں اپنا مرید سمجھا لیکن جنہوں نے بیعت نہیں کی انہیں اپنا پیر بھائی سمجھا فاسق ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفے خدا بناتا ہے اور حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں قرآن مجید میں ہر جگہ خلیفے بنانے کا فعل خواہ خلافت شخصی ہو یا قومی خدا تعالےٰ نے اسے اپنی طرف ہی منسوب کیا ہے۔ شخصی خلافت چونکہ بذریعہ وحی یا الہام ہوتی ہے اور اسباب کو اس میں قطعاً دخل نہیں ہوتا اس لئے اس خلافت کا پانے والا خلیفۃ اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے سوائے نوعی یا قومی خلافت کے جو محض اسباب کے ماتحت انسان کو ملتی ہے وہ کسی شخص یا قوم کو اصطلاحی رنگ میں خلیفۃ اللہ کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہراتی۔ مثلاً ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے انسان بنایا وہ اپنی نوع کے لحاظ سے زمین میں اس کا خلیفہ ہے۔ اور ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے برسر حکومت رکھا ہے وہ بحیثیت قوم کے زمین میں خلیفہ ہے۔ قرآن مجید میں مشرکین مکہ کو خلفاء کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ان سب کا فاعل خدا تعالیٰ ہی ہے لیکن اصل میں جس انسان کو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی و الہام کھڑا کرتے ہیں وہی شخص ہے جسے کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا۔

تو خدا تعالیٰ کے خلیفہ بنانے کے دو ہی طریق ہیں، ایک ذریعہ الہام و وحی کا ہے اور دوسرا ذریعہ اسباب کے ماتحت خلیفہ بنانا ہے۔ تو حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ الہام اور وحی کے ذریعہ خلیفہ نہیں بنائے گئے بلکہ اسباب کے تحت انہیں چودہ ممبران نے متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کیا تھا جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے واقعی ۱۴ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا اب دیکھو کہ انہی چودہ متقیوں نے جن کو حضرت مرزا صاحب نے اپنی خلافت کے لئے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی راہ سے اپنی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و

امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزارہا لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوتے"۔ (اخبار بدر، ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۸ء۔ خطبہ عید الفطر)

جناب مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مرحوم اسی بات کو اس طرح لکھتے ہیں:-

"نبی براہ راست الہام کے ذریعہ مبعوث ہوتا ہے اور خلیفہ کے تقرر میں گو اصل تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر بظاہر لوگوں کے انتخاب کا دخل ہوتا ہے"۔ (اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ، ص ۲۷)

جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم نے بھی ایک جگہ میں لکھا ہے:-

"حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کو الہام کے ذریعہ مقرر نہ کیا گیا تھا تو اب مجھے کیوں الہام کے ذریعہ بنایا جاتا ہے کہ میں خلیفہ ہوں ان میں سے ایک کے الہام کا بھی ثبوت نہیں دیا جا سکتا"۔ (الفضل، ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء۔ ص ۱۰)

تو حضرت حکیم الامت کو اپنی نیکی، تقویٰ، خدمات دینیہ اور ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار ہونے کی وجہ سے ساری قوم کا بالاتفاق خلیفہ منتخب کر لینا خدا تعالیٰ کی منشاء اور اس کی خاص تقدیر معلوم ہوتی ہے اس لئے آپ یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور مقربان الٰہی ہمیشہ ہر فعل کے نتیجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی سمجھتے ہیں۔

کتے اور راہ گیر

"دنیا داروں کی مثال ان کتوں کی ہے، جو مختلف رنگ اور قسم کے تھے اور سب ایک مردار کے کھانے کو اکٹھے ہوتے تھے۔ ایک دوسرے پر غراتا اور بھونکتا اور یہ اس کو اور وہ اس کو کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ یہ سب اس مردار پر لڑ جھگڑ رہے تھے۔ ادھر سے ایک آدمی گزرا سب نے باہمی لڑائی کو چھوڑ کر اس بیچارے آدمی کا پیچھا کرنا شروع کر دیا کوئی اس پر بھونکا، کوئی غرایا، کسی نے کپڑے نوچے اور کسی نے دانت مارے اور سب اس کام میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن گئے حالانکہ ان کی آپس میں دشمنی تھی اور ظاہر ہے کہ اس مرد کو نہ تو ان کے مردار کی ضرورت تھی اور نہ وہ ان سے اس کے لئے جھگڑنا چاہتا تھا مگر کتوں نے اسے اجنبی پایا اس لئے اس سے بھڑ گئے اور آپس میں ایک ہو گئے۔

پس دنیا کا مال و متاع مردار ہے اور مختلف قسم کے آدمی یعنی بتوں وغیرہ کے پوجنے والے رنگ برنگ کے کتے ہیں کیونکہ یہ سب دنیا ہی کو چاہتے ہیں اسی کے لئے آپس میں لڑتے جھگڑتے اور خونریزی کرتے ہیں اور نہ اس سے کبھی ان کا دل اکتاتا ہے اور نہ وہ اس کو چھوڑتے ہیں اور وہ دین دار جو دنیا پر لات مار کر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس کے لئے نہ کسی سے لڑتا جھگڑتا ہے نہ دوسروں کو اس سے روکتا ہے یہ اس آدمی کی مثل ہے جس پر کتے ایکا کر کے ٹوٹ پڑے تھے حالانکہ اسے ان کے مردار سے کچھ غرض نہ تھی۔ پھر اس پر تعجب کیا ہے کہ لوگوں کی ساری کوششیں دنیا ہی کے لئے وقف ہیں اور اسی کے لئے لڑتے مرتے ہیں یہاں تک کہ جب ایسے آدمی کو دیکھ پاتے ہیں جو اس مردار کو انہی کے ہاتھوں میں چھوڑ کر خود اس سے اپنا دامن چھڑا کر الگ ہو گیا تو اس سے ان لوگوں کی نسبت زیادہ نزاع و تکرار کرتے اور غیظ و غضب ظاہر کرتے ہیں جو مردار خوری میں ان کے ساتھ شریک ہیں (یعنی وہ چاہتے ہیں کہ یہ دین دار بھی مردار خوری میں ان کے ساتھ شریک ہو جائے) یہ اہل دنیا، دنیا کی رغبت ہی کو دین داری سمجھتے ہیں۔ (صحیفہ یوز آسف، ص ص ۴۳، ۴۴)

اسلامی تہواروں کی اہمیت

ناصر احمد، بی اے، ایل ایل۔ بی

مسلمانوں کے دو بڑے تہوار ہیں جو بڑی عقیدت اور جوش و خروش سے دنیا کے ہر کونے میں مناتے جاتے ہیں۔ مذہبی تہواروں کا تعلق عموماً کسی مذہبی شخصیت کی پیدائش، وفات یا کسی یادگار واقعہ سے ہوتا ہے جیسے عیسائیوں میں کرسمس اور ایسٹر کے تہوار۔ لیکن اسلام وہ واحد مذہب ہے جس کے تہواروں کا تعلق اس کے بانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات یا ان کی زندگی کے کسی اہم واقعہ سے نہیں۔ بلکہ ان کا بنیادی مقصد بدی سے روکنا، نیکی کی قوت کو بڑھانا اور دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے قربانی کے جذبہ کو تقویت دینا ہے۔

عید الفطر پورے ایک ماہ کے روزوں کے اختتام پر خوشی اور شکرانے کی تقریب ہے۔ رمضان کے مہینے کے روزوں کا مقصد بدی سے رکنے، نیکی میں آگے بڑھنے اور اس پر استقامت اختیار کرنے کی روحانی تربیت ہے جس میں دوسروں کی تکلیف کا دل میں احساس پیدا کرنا اور اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے عملی طور پر حصہ لینا ہے، خواہ یہ کوشش کسی مسکین کو کھانا کھلانے کے رنگ میں ہو، کسی کی مالی امداد ہو، کسی اور طریق پر ہمدردی یا شرکت سے ہو یعنی دوسرے لفظوں میں انسانی ہمدردی کا عملی مظاہرہ ہو۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا خلاصہ خدا تعالیٰ کے احکام کی عظمت اور اس کے بندوں پر شفقت بتایا ہے۔ دین کے اس اہم مقصد کو زیادہ موثر اور عام فہم انداز میں قرآن مجید نے سورہ الماعون میں بیان کیا ہے:

"کیا تونے اس شخص کی حالت پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پس ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی استعمال کی چیزوں کو دینے یا خیرات کرنے سے روکتے ہیں"۔

ذرا غور تو کریں کہ ہم عید الفطر کی تقریب اس لئے منا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں یہ توفیق بخشی اور موقع فراہم کیا کہ ہم پورا ایک ماہ بھوک اور پیاس کو برداشت کریں، نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی کوشش کریں اور پھر اپنی کمائی میں سے دوسروں کی خدمت کرنے کی غرض سے صدقہ و خیرات بھی کریں۔

روزوں کے اس حکم کو بجالانے کا مقصد یہ ہے کہ خدا ہماری دنیاوی زندگی اور پھر موت کے بعد کی زندگی میں خیر و برکت، بھلائی اور بخشش عطا فرمائے اور ہمیں لغزشوں، ابتلاؤں اور مصائب سے محفوظ رکھے۔ جس قوم کے افراد خدا کی رضا کی خاطر نیکی اور خیر خواہی کرنے والے ہوں، اپنے فرائض کو پہچاننے والے اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہوں وہ قوم واقعی بہترین امت کہلانے کی مستحق ہے۔ وگرنہ اگر ہم نے روزے رکھنے کے باوجود خود غرض ہی رہنا ہے، اپنے فرائض بجالانے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے غفلت برتتے رہنا ہے۔ تو ہم نے روزے کی غرض کو ہی پورا نہ کیا نیز اندرونی پاکیزگی اور انسانی ہمدردی کو ترقی دینے کے اس موقع کو ضائع کر دیا۔ اس غفلت کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بڑے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں کہ "ایسے نمازیوں

کے لئے تباہی ہے کیونکہ وہ اپنی نمازوں سے غافل ہیں"۔

عیدالفطر کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ ایسا خوشی کا موقع ہے کہ ہر صاحب استطاعت شخص کو نماز سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ فطرانہ تمام ان افراد کا ہوتا ہے جن کی کفالت صاحب خانہ کے ذمہ ہو۔ فطرانہ وہ خیرات ہے جو خاص طور پر معاشرے کے مستحق افراد کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے دی جاتی ہے۔ پورے مہینہ کی روحانی مشقت کے دوران تو مختلف طریقوں سے ہر شخص صدقہ و خیرات کرتا ہی ہے جیسا کہ اس مہینہ کے متعلق احادیث میں بھی درج ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مہینوں کی نسبت اس مہینہ میں زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے۔ اس لئے صدقہ و خیرات کے علاوہ خوشی کے اس موقع پر بطور خاص ایک مقرر کردہ رقم ادا کی جاتی ہے یعنی دوسرے لفظوں میں خدا تعالیٰ نے مستحق لوگوں کے لئے اس موقع پر ہمارے ذمہ ایک حق مقرر کیا ہے جو ادا کرنا لازمی ہے۔

اسلام میں عبادات کا مقصد جہاں اندرونی پاکیزگی اور روحانی بلندی کے لئے خدا سے تعلق جوڑنا ہے وہاں نوع انسانی سے ہمدردی کو بھی ضروری قرار دیا ہے، یعنی اگر خدا کے بندوں کے حقوق ادا نہ کئے جائیں اور ان کی محرومیوں کو دور کرنے کی کوشش میں شرکت نہ کی جائے تو عملی طور پر بندہ خدا کے احکامات کی بجاآوری میں غفلت برت رہا ہے۔

میری ناچیز رائے میں عیدالاضحیٰ ایک رنگ میں عیدالفطر کے مقاصد کی اہمیت کی طرف پوری امت مسلمہ کو توجہ دلانے کا عملی مظاہرہ بھی ہے۔ مذہبی دنیا کا سب سے بڑا اجتماع جس میں دنیا کے کونے کونے سے ہر رنگ اور نسل کے لوگ دو چادروں میں ملبوس ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوتے ہیں وہ خواہ کوئی زبان بولتے ہوں لیکن اس موقع پر ان سب کی زبان پر ایک ہی الفاظ ہوتے ہیں: اے میرے خدا میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ ہر مسلمان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زندگی میں ایک مرتبہ ضرور خدا کے اس بابرکت گھر کا طواف کرے اور خدا کے احکام کی تعمیل کرنے کا از سر نو عہد کرے کہ وہ ہر حال میں اس کی رضا کو مقدم رکھے گا۔ انسان کی سوچ اور عمل میں اگر دین کے اس رویہ کو اپنا لیا جائے تو سوسائٹی میں امن و سکون، خوش خلقی، عدل و انصاف، عزت و احترام اور باہمی پیار و محبت اور رواداری کی کیسی خوبصورت فضا قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن اس فضا کو قائم کرنے کے لئے دلوں میں خود غرضی اور لالچ کی جگہ روزوں کے ذریعہ ضبط نفس اور دوسروں کے لئے خیر خواہی کے جذبات کو پیدا کرنا ہو گا اور حج کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے دلوں میں تعصب، تفرقات اور قومیت کی جگہ وسعت قلبی، رواداری اور قربانی کے جذبوں کو جگہ دینی ہو گی اور پوری زندگی میں نظم و ضبط، مساوات، خدا خوفی اور اسلامی برادری کے نمونے کو اپنانا ہو گا جس کا مظاہرہ حج کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے حج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے مسلمان کعبتہ اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ حضرت حاجرہ کے اس اضطراب کو دلوں میں سعی کے ذریعہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب وہ اپنے شیر خوار بچے کی پیاس کو بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑیں۔ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کے ذبح ہونے تک ہم فاقہ کرتے ہیں تا کہ حضرت ابراہیمؑ کے اس کرب میں شریک ہو سکیں جو انہیں اپنے پیارے بیٹے کو قربان کرنے کے سلسلہ میں ہوا ہو گا، ہم اس دن حسب استطاعت کسی جانور کی ضرور قربانی دیتے ہیں تا کہ اس عظیم قربانی کی یاد کو تازہ کریں جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے حکم کی تعمیل میں اپنے عزیز ترین بیٹے کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے اور خدا نے اس لازوال قربانی کو قبول کرتے ہوئے اسے تا قیامت منانے کا حکم دیا۔ پھر حج میں شیطان کو کنکریاں مارنے کی سنت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مرہون منت ہے کہ جب وہ اپنے پیارے بیٹے کو خدا کے حکم کی تعمیل میں قربانی کے لئے لے جا رہے تھے تو شیطان نے ان مقامات پر ان کو ورغلانے کی کوشش کی۔ اس سنت کو بجا لانے کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کے کام کرنے کے سلسلہ میں جب شیطان وسوسہ اندازی کرے تو اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

حج سے ہی وابستہ حضرت حاجرہ کی وہ عظیم الشان قربانی کا نمونہ بھی ہے کہ جنہوں نے اپنا گھربار چھوڑ کر ایک بے آب و گیاہ بیاباں میں خدا کے گھر کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے ایک شیر خوار بچے کو لے کر تن تنہا رہنا گوارہ کیا اور خدا نے بھی اس قربانی کا کیسا اجر دیا کہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کی سنت کو حج کے ذریعہ زندہ رکھا وہاں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے ذریعہ ایک خاتون کی قربانی کو بھی اتنی ہی قدر و منزلت عطا کی۔

غرضیکہ حج کی تمام سنتوں اور مناسک کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہیں۔ بلکہ حضور صلعم نے تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی سنت کو نہ صرف زندہ کیا بلکہ ان کے ذریعہ ایسے بلند پایہ مقاصد کی تربیت کو رواج دیا جس نے دنیا میں بین الاقوامی میل جول، رنگ و نسل اور مذہبی تعصبات سے پاک اسلامی برادری کا عملی مظاہرہ کیا۔ جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حج کا اجتماع اگر ایک طرف انسان کی عبادت گذاری کی انتہا ہے تو دوسری طرف انسانی مساوات، بھائی چارہ اور ایک دوسرے کے عزت و احترام کا قابل تحسین عملی مظاہرہ ہے۔

اس لحاظ سے اسلام ہی تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اکٹھا کر سکتا ہے جس کی تعلیم میں وہ وسعت ہے جو خدائے واحد سے تعلق جوڑنے والوں کو رواداری، صلح و امن، بھائی چارہ اور رنگ و نسل کے امتیاز سے پاک ایک دوسرے سے پیار و محبت کا سبق دیتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے انبیاء کی سنت کو اس رنگ میں دین اسلام کا حصہ بنا دیا گیا ہے گویا کہ تمام ادیان ایک ہی روحانی لڑی کے موتی ہیں اسی لحاظ سے اسلام کا خدا رب العالمین ہے اور اسلام کا پیغام تمام مذہبی تعصبات کو مٹاتا ہے ایک دوسرے کے لئے احترام اور بھلائی کی نصیحت کرتا ہے۔ لیکن آج ہم جس مذہبی جنون اور تعصب کا شکار ہیں اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

عیدالاضحیٰ کے ہی حوالے سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہم باپ، بیٹے، بیوی اور ماں کے رشتوں کے تقدس کو قائم کریں۔ ایک دوسرے کی عزت و احترام کا خیال رکھیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بیویاں تو خاوندوں کو آپ جناب کر کے پکارتیں ہیں لیکن میاں صاحبان تو تڑاک سے خطاب کرتے ہیں۔ یاد رکھئے عزت و احترام سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کا خیال کرنے ہی سے ایک دوسرے کے لئے دل میں احترام پیدا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے عیدالاضحیٰ کی تقریب انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے بہت سے قیمتی سبق سکھاتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم قربانی کے ذریعہ دنیاوی مفادات کو انسانی خیر خواہی کے لئے قربان کرنے کا طریق اپنالیں اور خدا کی ان برگزیدہ ہستیوں کی روشن مثالوں سے اپنی زندگیوں کو منور کریں اور ہر لحہ خدا کی فرمانبرداری اور خوشنودی کے حصول میں گزاریں۔ یہی وہ کامیابی کا راستہ ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔

واقعہ صلیب کے پس منظر میں

پیلاطوس کا انجام ۔ (1)

" پیلاطوس" واقعہ۔ صلیب کا وہ مظلوم کردار ہے جس کا حقیقی رول روایات کے غبار میں گم ہوگیا۔ اس پر الزام ہے کہ اس نے حضرت مسیحؑ کو قتل کرایا یعنی آپؑ کو صلیب پر چڑھوایا۔ دوسری طرف یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت مسیحؑ کو صلیبی موت سے بچانے کی بھرپور کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوگیا۔ گویا پیلاطوس نے دو مختلف اور متضاد کردار ادا کیے۔ اس کے کردار کے اسی تضاد نے اس کی شخصیت پر دبیز پردے ڈال دیئے جو اب تک پڑے ہوتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ یہ پردے اٹھا دیئے جائیں اور پیلاطوس کو اس کی حقیقی شکل میں پیش کر دیا جائے۔

اس حقیقت کو اب دنیا کے بڑے بڑے فاضل اور مسیحی محقق بھی تسلیم کرنے لگے ہیں کہ رومی کلیسیا نے پیلاطوس کے اصل کردار کو مسخ کیا اور اسے ایک ظالم اور حضرت مسیحؑ کے قاتل کی حیثیت سے پیش کیا ورنہ حقیقت کچھ اور تھی چنانچہ مشہور مسیحی مورخ پروفیسر برانڈن (Prof.S.G.F.Brandon) نے لکھا ہے کہ :

" قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب تک رومی حکومت نے مسیحی مذہب اختیار نہیں کیا تھا اس وقت تک مسیحی مورخین پیلاطوس کو بے گناہ قرار دیتے تھے مگر جب رومی حکومت نے مسیحیت کو سرکاری مذہب کا درجہ دیدیا تو چونکہ حضرت مسیحؑ رومی حکومت کے محبوب (اور اس کی عقیدت کا مرکز و محور) بن چکے تھے اس لئے مسیحی مورخوں کو حضرت مسیحؑ کی بے گناہی کی شہادت دلوانے کے لئے پیلاطوس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی پس بعد کے مورخین نے جن میں "Eusebius" (ایوسی بیئس) کا نام سرفہرست ہے پیلاطوس کے انجام کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں گھڑلیں جن میں ایک کہانی یہ بھی تھی کہ پیلاطوس نحوست اور بدبختی کا شکار ہوا اور اس نے (خود ہی) اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا یعنی خود کشی کر لی"۔

پیلاطوس کی کردار کشی

چونکہ یہ ایسی حقیقت تھی جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت مسیحؑ کا واقعہ۔ صلیب رومی عہد حکومت میں پیش آیا تھا اس لئے اس واقعے کی ذمہ داری رومی حکمت ہی پر عائد ہو رہی تھی پس رومی کلیسیا اور بعد کے مسیحی مؤرخوں نے رومی بادشاہ (قیصر طبریوس) کو بچانے کے لئے سارا الزام گورنر پیلاطوس پر عائد کر دیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اس واقعے میں قیصر کا ہاتھ نہیں تھا دراصل یہ ساری کارروائی خود گورنر پیلاطوس نے اپنے طور پر کی بلکہ یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی گئی کہ قیصر تو جناب مسیحؑ کا عقیدتمند تھا چنانچہ " دی لاسٹ بکس آف دی بائیبل" میں حضرت مسیحؑ کے مبینہ قتل کی ذمہ داری اسی غریب پیلاطوس پر ڈالی گئی ہے اور رومی بادشاہ (قیصر طبریوس) کو صاف بچالیا گیا ہے۔ بائیبل کے اس گمشدہ صحیفے کا متعلقہ اقتباس ملاحظہ ہو :

" روم کا بادشاہ قیصر طبریوس ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ اس نے سنا کہ یروشلم میں یسوع نامی ایک حاذق طبیب ہے جس کے الفاظ میں یہ تاثیر ہے کہ ان سے بیمار صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ یعنی وہ اپنی زبان سے چند الفاظ ادا کرتا ہے اور مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک معتمد Volusianus (وولوسیانس) کو یہ پیغام دے کر گورنر پیلاطوس کے پاس بھیجا کہ "یسوع کو میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ مجھے صحت یاب کر دیں" ۔ لیکن بادشاہ طبریوس کا یہ پیغام پیلاطوس کو اس وقت ملا جب وہ حضرت مسیحؑ کو صلیب دلوا چکا تھا۔ روایت میں اس امر کی بھی صراحت کی گئی ہے کہ پیلاطوس نے حضرت مسیحؑ کو اس لئے صلیب دی کہ وہ آپؑ سے دشمنی اور عداوت رکھتا تھا۔

بادشاہ کا پیغام سن کر پیلاطوس نے اس کے پیغامبر کو جواب دیا کہ

یسوع نامی یہ شخص مجرمانہ افعال کا ذمہ دار تھا، یہ بہت بڑا مجمع باز تھا اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لینے کا فن جانتا تھا (یعنی اس سے امن و امان کو خطرہ تھا) اس لئے میں نے یروشلم کے سرکردہ لوگوں کے مشورے پر اسے صلیب دے کر مروا دیا۔ یہ سن کر بادشاہ کا پیغامبر اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ روایت میں بتایا گیا ہے کہ اس کے بعد بادشاہ کے پیغامبر کی ملاقات ایک خاتون سے ہوئی جس کا نام Veronica (ویرونیکا) تھا یہ خاتون حضرت مسیحؑ کی بہت بڑی عقیدتمند تھی۔ پیغامبر نے اس سے پوچھا کہ اس شہر میں ایک حاذق طبیب رہا کرتا تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے الفاظ سے بیماروں کو صحت یاب کر دیا کرتا تھا اسے یہودیوں نے قتل کیوں کروا دیا؟ یہ سن کر وہ عورت زار و قطار رونے لگی اور بولی کہ وہ تو میرا خاوند تھا جسے پیلاطوس نے عداوت کی بنا پر گرفتار کروایا اور پھر صلیب پر مروا دیا۔

روایت آگے بڑھتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں سن کر بادشاہ کے پیغامبر نے نہایت دکھ کا اظہار کیا اور کہا کہ اس کے آقا نے جو خدمت اس کے سپرد کی تھی، افسوس کہ اب وہ یہ خدمت سرانجام نہیں دے سکے گا۔ جب پیغامبر نے اس خدمت کی تفصیل بیان کی تو خاتون نے اس سے کہا کہ (مایوس نہ ہو) میرے پاس یسوع کی ایک تصویر ہے۔ خاتون نے اس تصویر کا عجیب و غریب پس منظر بیان کیا، کہنے لگی کہ جب وہ (حضرت مسیحؑ) تبلیغ کے لئے جاتے تھے تو ان کی جدائی مجھ پر بہت شاق گذرتی تھی میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش ان کی تصویر میرے پاس ہوتی جسے دیکھ کر میں سکون حاصل کر لیا کرتی۔ (ایک روز کا واقعہ ہے کہ) جب میں کینوس لے کر یسوع کی تصویر بنوانے مصور کے پاس جا رہی تھی تو راستے میں میرے خداوند سے میری ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہی ہو۔ جب میں نے اپنے سفر کا مقصد بیان کیا تو انہوں نے مجھ سے کینوس طلب کیا اور جب واپس کیا تو اس پر آپؑ کے چہرہ مبارک کی شبیہہ بنی ہوئی تھی۔

خاتون ویرونیکا بیان کرتی ہے کہ اس نے بادشاہ طبریوس کے پیغامبر کو بتایا کہ اگر تمہارا آقا صدق دل سے اس تصویر کی ایک جھلک بھی دیکھ لے گا تو اس کی صحت بحال ہو جائے گی اور وہ پوری طرح تندرست ہو جائے گا۔ کہانی آگے چلتی ہے اور بادشاہ کا پیغامبر خاتون سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ تصویر قیمت دے کر میں آپ سے خرید سکتا ہوں؟ خاتون جواب دیتی ہے کہ ہرگز نہیں، اسے صرف جذبات عقیدت سے خریدا جا سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تصویر لے کر میں تمہارے ساتھ جاؤں گی اور بادشاہ کو پیش کر دوں گی اسے دیکھ کر وہ صحت یاب ہو جائے گا اس کے بعد میں تصویر لے کر واپس آ جاؤں گی چنانچہ پیغامبر (Volusianus) خاتون کو لے کر روم آیا اور قیصر طبریوس کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے اطلاع دی کہ حضور والا جس یسوع سے ملنے کے خواہشمند تھے اسے گورنر پیلاطوس اور یہودیوں نے ظالمانہ اور غیر منصفانہ طریقے سے ہلاک کرا دیا ہے تاہم میں اپنے ساتھ ایک خاتون کو لے آیا ہوں جس کے پاس یسوع کی حقیقی تصویر ہے، خاتون کا دعویٰ ہے کہ اگر آپ اسے جذبہ عقیدت سے دیکھیں گے تو اسی وقت شفایاب ہو جائیں گے۔

روایت میں کہا گیا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ جس راستے سے حضرت مسیحؑ کی تصویر لائی جائے اس پر ریشم کے تھان بچھا دیتے جائیں۔ اس کے بعد جناب مسیحؑ کی شبیہہ اس کے پاس لائی گئی جیسے ہی اس کی نظر آپؑ کی تصویر پر پڑی وہ فوراً صحت یاب ہو گیا۔ روایت کے مطابق اپنی صحت یابی کے بعد بادشاہ (قیصر طبریوس) نے گورنر پیلاطوس کو روم طلب کیا۔ پیلاطوس جب بادشاہ کے سامنے پیش ہوا تو اس نے حضرت مسیحؑ کا جبہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ مختصر یہ کہ قیصر طبریوس نے پیلاطوس کو اس وقت تک کے لئے جیل میں ڈال دیا جب تک کہ اس کے بارے میں آخری فیصلہ نہیں کر لیا جاتا۔ آخر کار بادشاہ نے پیلاطوس کو موت کی سزا دینے کا حکم دیا۔ جب پیلاطوس کو معلوم ہوا کہ اسے سزائے موت دی جائے گی تو اس نے خود ہی خنجر سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ روایت کے مطابق جب قیصر کو پیلاطوس کی موت کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ پیلاطوس ایسی عبرتناک موت سے دوچار ہوا ہے کہ اس کے ہاتھوں نے بھی اسے معاف

نہیں کیا۔ اس کی لاش کو ایک بھاری پتھر سے باندھ کر دریائے ٹائبر میں غرق کر دیا گیا۔

پیلاطوس کی حضرت مسیحؑ سے عقیدت

ظاہر ہے کہ اس کہانی کا بنیادی مقصد یہ تاثر دینا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی صلیب دہی کے واقعے میں رومی بادشاہ کا ہاتھ نہیں تھا بلکہ وہ تو آپؑ کا اتنا عقیدت مند تھا کہ آپؑ کی تصویر دیکھ کر ہی سایاب ہو گیا تھا اصل قصور وار تو گورنر پیلاطوس تھا جس کی حضرت مسیحؑ سے دشمنی تھی اور اسی دشمنی کی بنا پر اس نے آپؑ کو صلیب دلوائی لیکن روایت نویس بھول گیا کہ اسی کی بقول جب پیلاطوس بادشاہ (قیصر طبریوس) کے روبرو پیش ہوا تو اس نے (برکت کے لئے) حضرت مسیحؑ کا جبہ پہنا ہوا تھا (ص ۲۸۱ کالم نمبرا)

سوچنے کی بات ہے کہ اگر پیلاطوس حضرت مسیحؑ کا دشمن ہوتا، اس کے دل میں آپؑ کے خلاف عداوت ہوتی اور اسی عداوت کی بنا پر اس نے آپؑ کو قتل کرایا ہوتا تو ایسے نازک موقع پر اسے آپؑ کا جبہ پہننے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسے حضرت مسیحؑ سے دلی عقیدت تھی اور عقیدت بھی ایسی جو ایک راسخ العقیدہ مرید کی اپنے مرشد سے ہوتی ہے اسی لئے اس کا اعتقاد تھا کہ اگر اس نے حضرت مسیحؑ کا جبہ پہن لیا تو اس کی برکت سے وہ بادشاہ کے غیظ و غضب سے محفوظ رہے گا۔

بعض اور تاریخی دستاویزات اور زمانہ حال کی تاریخوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیلاطوس حضرت مسیحؑ کو رہا کر دینا چاہتا تھا چنانچہ "ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا" کا مسیحی مقالہ نگار لکھتا ہے کہ:

"جب (حضرت) مسیحؑ پیلاطوس کی عدالت میں پیش ہوتے تو اس نے آپؑ کو رہا کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ آپؑ کو بے گناہ سمجھتا تھا لیکن علمائے یہود اور حضرت مسیحؑ کے دشمنوں نے آپؑ کو سزائے موت دینے کے مطالبے پر اصرار کیا (اس کے باوجود) شاید پیلاطوس آپؑ کو رہا کر دیتا مگر اسے خطرہ تھا کہ اس صورت میں وہ اپنے عہدے سے برطرف کر دیا جائے گا۔"

یہ بڑے غور کا مقام ہے اور اس انتہائی اہم تاریخی دستاویز کے آخری (نمایاں) الفاظ پڑھ کر ہر شخص بجا طور پر سوچے گا کہ "ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا" کا مسیحی مقالہ نگار یہ کیا کہہ رہا ہے کہ پیلاطوس کو خطرہ تھا کہ اگر وہ حضرت مسیحؑ کو صلیب پر نہ چڑھاتا تو اسے اس کے عہدے سے برطرف کر دیا جاتا۔۔۔ آخر کیوں؟ اگر شہنشاہ روم جناب مسیحؑ کا عقیدت مند تھا تو اس صورت میں پیلاطوس حضرت مسیحؑ کو صلیب نہ دے کر اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرتا اور انعام و اکرام کا مستحق قرار پاتا مگر یہاں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ وہ حضرت مسیحؑ کو صلیب سے بچانے کی صورت میں خود کو خطرے میں محسوس کر رہا تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر اس نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر نہ چڑھایا تو وہ قیصر کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے گا۔ پس اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خود بادشاہ (قیصر روم) کی خواہش تھی کہ جناب مسیحؑ کو مصلوب کر دیا جائے کیونکہ یہودیوں کی شکایت کی بنا پر وہ حضرت مسیحؑ کو اپنا اور اپنی حکومت کا باغی سمجھتا تھا اور اسی کی خواہش پر پیلاطوس نے جناب مسیحؑ کو صلیب پر چڑھوایا۔ (مقام مسیح، ص ص ۲۳۰ تا ۲۳۴)

ختم نبوت اور بانی سلسلہ احمدیہ (1)

مولانا حافظ شیر محمد خوشابی

مسئلہ کفر و اسلام کے بعد دوسرا مسئلہ جس میں جماعت احمدیہ لاہور اور قادیانی جماعت کا اختلاف ہے وہ ہے مسئلہ نبوت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں کوئی نبی آ سکتا ہے یا نہیں؟ اور حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں یا نہیں؟

(الف) قادیان جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں "امتی نبی" ہو سکتے ہیں ان میں اور حقیقی نبی میں نفس نبوت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں صرف حصول نبوت میں فرق ہے انہیں بھی وحی نبوت ہوتی ہے اور ان کے انکار سے بھی ایک انسان اسی طرح کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جس طرح حقیقی نبی کے انکار سے۔

(ب) لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبین اور آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا اور نہ پرانا۔ اور نہ ہی حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ اور "امتی اور نبی" کی اصطلاح شریعت یعنی قرآن اور حدیث کی نہیں بلکہ اہل طریقت اور صوفیاء کرام کی وضع کردہ ہے جو نبیوں کیلئے نہیں بلکہ محدثوں کیلئے بنائی گئی ہے انہیں وحی نبوت نہیں ہوتی کیونکہ وحی نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے اور نہ ہی ان کے انکار سے کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے کیونکہ "امتی اور نبی" زمرہ انبیاء سے نہیں بلکہ زمرہ اولیاء کا فرد ہوتا ہے یہی عقیدہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ کا تھا۔

آپ نے نہ صرف قرآن مجید، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اپنے ذاتی عقائد سے بلکہ خدا تعالیٰ سے الہام پا کر بھی یہی بتلایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں اسی پر تمام امت مسلمہ کا بھی اتفاق ہے۔

جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے ہیں وہ حضرت مرزا صاحب کی بیان کردہ اصطلاحات اور تحریرات کو جو انہوں نے دوسرے بزرگان دین کی طرح مجدد شریعت اور مجدد طریقت ہونے کی وجہ سے بیان کی ہیں نظر انداز کر دیتے ہیں اور شریعت اور طریقت کے فرق کو ملحوظ نہ رکھ کر وہ اس غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے ساری زندگی دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور انکی ایک بھی ایسی تحریر نہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو مدعی نبوت کہا ہے۔ ہم حضرت مرزا صاحب کے ارشادات قارئین کرام کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور فیصلہ انہی پر چھوڑتے ہیں۔ کاش مخالفین اور موافقین شریعت اور متصوفانہ اسرار کے فرق کو ملحوظ رکھتے تو حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت کبھی بھی منسوب نہ کرتے یہی حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے۔

1 ۔ سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سامنے مخالفین نے شکایت کرتے ہوئے "پیش کیا کہ یہ شخص عقائد اسلام سے منحرف ہے۔ معجزات کو نہیں مانتا۔ لیلتہ القدر کو تسلیم نہیں کرتا اور معراج اور وجود ملائکہ سے منکر ہے اور پھر نبوت کا بھی مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے۔۔۔ اس وقت میری طرف سے رُوبرو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کو یہ جواب ملا کہ یہ سب باتیں سراسر افترا ہیں۔

مجھے ان تمام عقائد میں سے کسی کا انکار نہیں۔ ہاں اصل عقائد کو مسلم رکھ کر بعض نکات و معارف ارباب کشف کے طور پر کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں جو اصل عقائد سے معارض نہیں ہیں۔ اگر فریق مخالف اپنی کوتہ فہمی اور بدنیتی سے انہیں متصوفانہ اسرار اور الہامی نکات و معارف کو خلاف عقائد اہل سنت خیال کرتے ہیں تو یہ خود ان کا قصور فہم ہے میری طرف سے کوئی اختلاف نہیں" (مجموعہ اشتہارات، جلد اول ص

۲۵۲)

غرض جو لوگ طریقت اور تصوف کی اصطلاحات اور رموز سے ناآشنا ہیں وہی شریعت اور طریقت کی اصطلاحات کے فرق کو ملحوظ نہ رکھ کر حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم طریقت اور تصوف کی ان اصطلاحات کے متعلق لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شریعت یعنی قرآن و حدیث سے مسئلہ ختم نبوت کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے جو فرمایا ہے اسے مختصراً لکھدیں تاکہ دنیا والوں کے سامنے اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجائے اور قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ تمام دنیائے جہان کے مسلمانوں کی طرح وہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی خاتم النبین اور آخری نبی مانتے ہیں۔

ختم نبوت قرآن کریم سے

حضرت مرزا صاحب کا ارشاد ہے :

۱۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ اللہ کا رسول ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا" (ازالہ اوہام، ص ۶۱۴)

۲۔ قرآن کریم بعد خاتم النبین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو" (ازالہ اوہام، ص ۷۶۱)

۳۔ خدا تعالیٰ ۔۔۔ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا" (ازالہ اوہام، ص ۵۸۶)۔

۴۔ " خاتم النبین ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے" (ازالہ اوہام، ص ۵۷۵)۔

۵۔ "کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں" (انجام آتھم، حاشیہ ص ۲۷)

۶۔ "قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبین سے بھی اسبات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے" (کتاب البریہ، حاشیہ ۱۸۴)

۷۔ "قرآن کے رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہے" (ایام الصلح، ص ۱۶۴)

۸۔ "قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا" (اربعین، نمبر ۲ ص ۲۶)

۹۔ قرآن شریف جیسا کہ آیت ۔۔۔ الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبین" (تحفہ گولڑویہ، ص ۸۳)

۱۰۔ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی" (ازالہ اوہام، ص ۵۳۴)

کتنے واضح اور صاف الفاظ میں حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین اور خدا تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ ایسی واضح اور غیر مبہم تحریرات کی موجودگی میں یہ کتنی دیدہ دلیری ہے کہ آپکی طرف یہ بات منسوب کیجائے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین اور آخری نبی نہیں مانتے سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے

۱۔ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیۃ مذکور فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" (ترجمہ عربی از حمامتہ البشریٰ، ص ۲۰)

۲۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اسکی صحت میں کلام نہ تھا" (کتاب البریہ، حاشیہ ۱۸۴)

۳۔ ایسا ہی آپ نے لا نبی بعدی کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا" (ایام الصلح، ص ۱۵۲)

۴۔ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی اطاعت کرتے اس سے کیا مراد تھی؟ یہی کہ آپکی نبوت کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا۔۔۔ افسوس ہے یہ لوگ مسلمان کہلا کر اور آپ کا کلمہ پڑھکر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور آپ کو خاتم النبین مان کر پھر آپ کی مہر کو توڑتے ہیں" (ملفوظات، حصہ پنجم، ص ۳۹۱)

۵۔ "اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کیلئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا" (ازالہ اوہام، ص ۵۷۷)

قرآن مجید کے الفاظ خاتم النبیین کے معنے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لا نبی بعدی ہی مروی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خاتم النبیین کا یہی مفہم امام الزمان مجدد صدچہار دہم حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اور فرمایا کہ "حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اسکی صحت میں کلام نہ تھا"۔ اور پھر لکھا کہ "آپ نے لا نبی بعدی کہکر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کر دیا"۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی سوائے اسکے کوئی تشریح نہیں کی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ تو جو شخص حضرت مرزا صاحب کی ان تحریرات کو درست اور صحیح سمجھتا ہے اس کا فرض ہے کہ اپنی خواہش اور رائے کو چھوڑ کر اپنے پیارے امام کے بیان کردہ مضمون کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ تو جو شخص ایسا نہ کرے اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خادم حضرت مجدد صدچہاردہم کے صریح فیصلہ کو رد کر کے وہ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہا ہے۔

ختم نبوت اسلام میں

حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی شہادت قرآن کریم اور احادیث سے ہی پیش کی ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام میں کوئی نبی نہیں آسکتا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

(الف) "اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا" (راز حقیقت، ص ۱۶)

(ب) "ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آسکتا" (راز حقیقت، ص ۱۶)

(ج) "اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نبی نہیں آئے گا" (کشف الغطاء، ص ۲۶)

(د) "اسلام میں اس نبوت کا دروازہ تو بند ہے جو اپنا سکہ جماتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی۔۔۔ اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ہیں" (ایام الصلح، ص ۴۷)

دیکھا! کس شدت سے حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اسلامی اعتقادات کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا ثابت کیا ہے ختم نبوت کے اظہار کیلئے اس سے بڑھ کر واضح اور صاف الفاظ اور کیا ہو سکتے ہیں۔

ختم نبوت کا مفہوم حضرت مرزا صاحب کے الہام کی رو سے

ختم نبوت کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے جو دلائل دیتے ہیں یہ ان کا کوئی اپنا اجتہاد نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ نے الہاماً بھی یہی بتلایا تھا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں "اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ دین در حقیقت صرف اسلام ہی ہے اور بے شک رسول فقط محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں پس جس طرح اللہ تعالیٰ واحد اور اکیلا ہے اسی طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واحد اور اکیلے رسول ہیں جو مطاع ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور کوئی آپ کے ساتھ شریک نہیں اور آپ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں" (منن الرحمٰن، ص ۲۰)

افسوس ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود ایک بنی اسرائیل کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہو کر دنیا والوں کی اصلاح کریں گے۔ وہی لوگ حضرت مرزا صاحب کی ختم نبوت کے متعلق اتنی واضح تحریرات پڑھنے کے باوجود آپکو ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی کتابیں پڑھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کو حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے متعلق کتنی زبردست غیرت ہے۔ اسی غیرت کیوجہ سے تو آپ نے دنیا والوں کو یہ کہکر اپنا دشمن بنالیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور پرانے نبیوں میں سے اب حضرت عیسیٰؑ بھی نہیں آسکتے کیونکہ وہ نبی ہیں وگرنہ اس اعلان سے پہلے براہین احمدیہ میں آپکے کئی ایسے الہامات موجود تھے جن میں نبی اور رسول کے الفاظ آگئے تھے اور ان الہامات کے ہونے کے باوجود ہندوستان کے تمام مسلمان آپکی تعریف میں رطب اللسان تھے لیکن جب آپ نے دنیا والوں کو یہ بتلایا:

۱۔ "اکیسویں آیت یہ ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ اللہ کے رسول اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آتے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آنہیں سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آتے گا" (ازالہ اوہام، ص ۶۱۴)

۲۔ "مسیح کیونکر آسکتا وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اسکو آنے سے روکتی ہے" (ازالہ اوہام، ص ۵۲۲)

۳۔ "اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے" (ازالہ اوہام، ص ۵۴۴)

۴۔ "قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعوے کا مصدق اود ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخ کنی کر رہا ہے اور وہ گذشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے" (ازالہ اوہام، ص ۵۳۸)

۵۔ "ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کیلئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلاتے گی یا کچھ اور۔ کیا یہ عقیدہ ہے کہ تمہارا فرضی مسیح وحی سے بکلی بے نصیب ہو کر آتے گا؟ توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور

حد سے مت بڑھو اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر کیوں دلیری ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ لیہ وسلم کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔ اے مفتری لوگو! ۔۔۔ خوب یاد رکھو کہ مجھ کو کافر کہنا آسان نہیں۔ تم نے ایک بھاری بوجھ سر پر اٹھایا ہے اور تم سے ان سب باتوں کا جواب پوچھا جائے گا" (سراج منیر، ص ۴)

۶۔ "علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لا نبی بعدی۔ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے۔ اور وحی نبوت شروع ہو جائے" (ایام الصلح، ص ۷۴)

۷۔ "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔۔۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔ قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عملاً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے" (ایام الصلح، ص ۱۴۶)

۸۔ "پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کا ہو گا" (ایک غلطی کا ازالہ)

۹۔ "بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا ہو نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں انکو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے" (ایک غلطی کا ازالہ)

۱۰۔ "قرآن شریف جیسا کہ آیت فلما توفیتنی اور آیت قد خلت من قبلہ الرسل میں حضرت عیسیٰؑ کو مار چکا ہے ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰؑ ہیں ۔۔۔ تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا" (تحفہ گولڑویہ، ص ص ۸۲، ۸۳)

آپ حضرت مرزا صاحب کی ان تحریرات کو بار بار پڑھیں اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے نہ آنے کے جو دلائل حضرت مرزا صاحب دیتے ہیں ان پر غور کریں۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے اس کے علاوہ کوئی اور وجہ بھی بتلائی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپکے بعد وحی نبوت بند ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو گیا ہے اس واسطے

حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا اور نہ پرانا۔ کیونکہ انبیاء کیلئے وحی نبوت لاینفک ہے اور بغیر وحی نبوت کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی نبوت ہوتی تھی اس واسطے وہ بھی نہیں آ سکتے۔

ختم نبوت کے متعلق حضرت مرزا صاحب کا ایمان

۱۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اسبات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجابؐ کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا" (نشان آسمانی، ص ۲۸)

۲۔ "ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ... جس کو ہم پوری تحقیق کی رو سے سید المعصومین اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اسکو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے" (مجموعہ اشتہارات، جلد دوم ص ۱۵۶)

۳۔ "میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ و خاتم النبین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جسقدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں" (کرامات الصادقین، ص ۲۵)

۴۔ "اور اصل حقیقت جس کی میں علی روس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا" (انجام آتھم، حاشیہ ص ۲۷)

۵۔ "ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں" (کتاب البریہ، ص ۱۸۲)

۶۔ "اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں" (ایام الصلح، ص ۸۶)

۷۔ "اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا در حقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے" (اخبار الحکم، خط۔ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

۸۔ "اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات آپ پر ختم ہو گئے" (لیکچر سیالکوٹ، ص ۶)

۹۔ "صرف اس خدا نے ہی خبر دی جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے" (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۴۴)

۱۰۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں" (چشمہ معرفت، ص ۸۲)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین اور آخری نبی ثابت کرنے کیلئے امام الزمان مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ قرآن کریم اور احادیث سے دلائل دیدیئے یا اپنا ایمان اور عقیدہ بتلا دیا اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر دنیا والوں کو اطلاع دیدی کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا اور نہ پرانا بلکہ جب بھی کسی نے اپنی نا سمجھی سے آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا تو بار بار آپ نے اس کا یہی جواب دیا کہ میری طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا سراسر افترا ہے اور بارہا اس عقیدہ پر قسمیں کھائیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ لعنتی، بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

کتاب پر تبصرہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک تازہ نشان

پاکستان کے شہر لاہور سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا نام "مقام مسیحؑ" ہے۔ یہ کتاب ایک انٹرویو کی صورت میں ہے۔ انٹرویو ایک ممتاز انگریزی اخبار کے اسٹاف رپورٹر نے کتاب کے فاضل مصنف سے لیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ انٹرویو لینے والے صحافی اور کتاب کے فاضل مصنف پیام شاہجانپوری جنہوں نے یہ انٹرویو دیا ہے دونوں میں سے کسی ایک کا جماعت احمدیہ کے دونوں گروپوں میں سے کسی ایک گروپ سے بھی تعلق نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود کتاب میں ایسے حقائق بیان کیے گئے ہیں جو آج سے ایک صدی قبل سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعود و مجدد زمان) نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" جو ۱۸۹۹ میں شائع ہوئی دنیا کے سامنے پیش کیے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بیان کردہ حقائق کو اب اہل علم و دانش اور روشن خیال طبقوں میں پذیرائی حاصل ہو رہی ہے یا پھر غیر شعوری طور پر ان کے ذہن بھی وہی نتائج اخذ کر رہے ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے اخذ کیے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے پوشیدہ حالات کے متعلق بانی سلسلہ احمدیہ کے نظریات اور انکشافات کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے صاحبزادے محترم خواجہ نذیر احمد صاحب، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان نے انگریزی میں ایک معرکہ آرا۔ کتاب "جیس ان ہیون آن ارتھ" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنت ارضی پر تصنیف کی۔ جس کا پہلا ایڈیشن 1952 میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں اس موضوع سے متعلق تمام مذہبی، جغرافیائی، ثقافتی، لسانی اور تاریخی شواہد کو انتہائی محنت اور علمی قابلیت سے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب نے مذہبی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا کیونکہ مسلمان اور عیسائی دونوں یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ سلامت ہیں۔

یوں تو اس موضوع پر مغربی اخبارات میں گاہے بہ گاہے کتب اور مضامین نکلتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس کفن پر تو جدید ترین سائنسی تحقیق ہو رہی ہے۔ اس کفن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منعکس شدہ تصویر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انہیں صلیب سے جب اتارا گیا تو وہ نیم بیہوشی کی حالت میں تھے۔

اس موضوع پر انگریزی میں مختصر لیکن جامع اور مقبول ترین کتاب "جیس ڈائد ان کشمیر" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں فوت ہوتے ہے جو ایک ہسپانوی صحافی انڈریاس فیبر قیصر نے ۱۹۷۶ میں لکھی تھی۔ اس کتاب کی مقبولیت کے پیش نظر اس کے تراجم انگریزی، فرانسیسی، اطالوی اور پرتگالی زبانوں میں ہوئے۔ راقم نے اس کا ترجمہ اردو میں کیا جو ۱۹۸۶ میں ہندوستان سے شائع ہوا۔

اس سلسلہ کی ایک اور نہایت دلچسپ اور علمی کتاب "جیس لوڈ ان انڈیا" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہندوستان میں زندگی بسر کی ہے جو ایک جرمن پروفیسر ہولگر کرسٹن نے ۱۹۸۳ میں جرمن زبان میں لکھی اس کا

انگریزی میں ترجمہ ۱۹۸۶ میں شائع ہوا۔ اس مصنف نے حضرت عیسیٰؑ کے اوائل عمر میں ہندوستان آنے اور پھر صلیب سے بچ نکلنے کے بعد کشمیر کی طرف سفر اختیار کرنے کے متعلق کئی تشنہ پہلوؤں کی وضاحت میں تاریخی شواہد پیش کئے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں جن حقائق کا ذکر ہے ان میں سے ایک حقیقت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا نظریہ ہے۔ "مقام مسیحؑ" میں انٹرویو لینے والے صحافی کے سوال کے جواب میں کتاب کے مصنف نے قرآن شریف، احادیث کی معتبر کتب اور مستند تفاسیر سے ثابت کیا ہے کہ گذشتہ چودہ سو سال سے امت مسلمہ کئے بہت سے اکابر یہ نظریہ پیش کرتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ہرگز آسمان پر نہیں گئے اور نہ وہ آسمان پر بیٹھے ہیں بلکہ تقریباً دو ہزار سال گذرے کہ آپؑ طبعی طور پر وفات پا گئے۔ مصنف نے جہاں جہاں حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیے ہیں وہاں انسان لاجواب ہو جاتا ہے مثلاً آپؐ کا نجران کے عیسائی وفد سے گفتگو کرتے ہوئے یہ فرمانا کہ "حضرت عیسیٰؑ پر توفنا آگئی جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا"۔ آپؐ کا دوسرا ارشاد ہے کہ "اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کرنے کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا" (یعنی دونوں زندہ نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایک ہی زمرے میں شامل فرمایا۔) مصنف نے اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لیے درجنوں دلائل دیے ہیں جن میں سے بعض تو بالکل نئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کے مصنف نے اس سارے موضوع پر بہت تدبر مطالعہ اور تلاش و تحقیق سے کام لیا ہے۔

کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک اور چیز سامنے آتی ہے کہ مصنف نے کتاب لکھتے وقت بہت سائنٹیفک انداز اختیار کیا ہے اور اس موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ تو مذہبی دلائل کا ہے جن سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت کی گئی ہے یعنی قرآن، حدیث، تفسیر اور انجیل کے ذریعے۔ دوسرا حصہ تاریخی اور عقلی دلائل کا ہے۔ اس طرح اس نے مذہبی طبقے کے علاوہ ان لوگوں کے ذہن و فکر کو بھی اپیل کی ہے جو مذہبی ذہن نہیں رکھتے بلکہ ہر بات منطق اور دلائل کے ترازو میں تولتے اور وزن کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے کتاب میں عقلی دلائل اور تاریخی حقائق کا انبار لگا دیا گیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعی حضرت عیسیٰؑ وفات پا گئے۔

اس کتاب میں دو باتیں قاری کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں ایک تو حضرت عیسیٰؑ کا صلیب سے زندہ اتر آنا اور پھر ترک وطن کر کے مختلف ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان میں وارد ہونا، بقیہ زندگی یہیں گذارنا اور یہیں وفات پا کر اسی ملک کی ایک ریاست (کشمیر) میں دفن ہونا۔ یہ خالص حضرت مرزا صاحب کی تحقیق اور آپؒ کا نظریہ ہے جو سب سے پہلے آپؒ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے ایک سو سال کے بعد آج اس کتاب کے فاضل مصنف نے بھی اپنی غور و فکر کے بعد یہی نتائج اخذ کیے ہیں اور ایسے مستند حوالے دیے ہیں کہ انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ان میں سنسکرت زبان کی صدیوں پرانی کتابیں، بعض قدیم عیسائی سیاحوں اور مورخوں کی کتابیں، فارسی کی قدیم تاریخیں اور کشمیر کی قدیم تاریخیں شامل ہیں۔ آخر اتنی مستند شہادتوں کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے۔

ایک نئی چیز اس کتاب میں پیلاطوس کے بارے میں پیش کی گئی ہے جو حضرت مسیحؑ کے واقعہ صلیب کے وقت قیصر روم کی طرف سے اس علاقے کا گورنر تھا۔ فی الواقعہ یہ مصنف کی ذاتی تحقیق ہے جس میں بلاشبہ انہیں اولیت کا اعزاز حاصل ہے یعنی انہوں نے مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ پیلاطوس نے حضرت مسیحؑ کو از خود نہیں بلکہ بادشاہ روم (قیصر) کے حکم سے صلیب پر چڑھایا تھا اور فاضل مصنف نے اپنا یہ موقف پیش کرتے ہوئے شاید تاریخ میں پہلی بار انجیل مقدس سے استدلال کیا ہے یعنی حضرت عیسیٰؑ کا ایک ارشاد پیش کیا ہے جس میں آپؑ نے اس واقعہ کا ذمہ دار پیلاطوس کی بجائے قیصر روم کو قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کتاب میں ناقابل تردید دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ قیصر روم نے پیلاطوس کو اس جرم میں قتل کروا دیا تھا کہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر ہلاک ہونے سے کیوں بچالیا اور انہیں بھیس بدل کر فلسطین سے کیوں فرارا ہونے دیا۔ گویا اس طرح ایک اور دلیل حضرت مرزا صاحبؒ کے اس دعوے کے ثبوت میں مہیا ہو گئی کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر سرگز نہیں اٹھایا گیا، نہ آپؑ کی موت صلیب پر واقع ہوئی بلکہ گورنر پیلاطوس اور حضرت مسیحؑ کے بعض بااثر مریدوں کی کوششوں سے حضرت عیسیٰؑ کو صلیبی موت سے بچالیا گیا۔ پیلاطوس کا یہی اقدام اس کے خلاف قیصر روم کے غیظ و غضب اور پیلاطوس کے قتل کا باعث ہوا ورنہ پیلاطوس کبھی قتل نہ کیا جاتا۔

کتاب کا تیسرا پہلو پڑھنے والے کو سب سے زیادہ اچنبھے میں ڈال دیتا ہے۔ یہ کتاب کا سب سے طویل اور چونکا دینے والا باب ہے جس کا عنوان "صحیفہ یوز آسف" ہے۔ اس عنوان کے تحت فاضل مصنف نے دنیا کی تاریخ میں پہلی بار حضرت عیسیٰؑ کی وہ بھولی بسری انجیل اپنے تحقیقی حواشی کے ساتھ متعارف کرائی ہے جو آپؑ پر ہندوستان کے زمانہ قیام میں نازل ہوئی تھی۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اس انجیل کا مختصر ذکر اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹ پر کیا ہے جو ستمبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ لکھتے ہیں: "سوانح یوز آسف جس کی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ ہو گیا ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ ایک نبی یوز آسف کے نام سے مشہور تھا اور اس کی کتاب کا نام انجیل تھا۔ اور پھر اسی کتاب میں اس نبی کی تعلیم لکھی ہے۔ اور وہ تعلیم مسئلہ تثلیث کو الگ رکھ کر بعینہٖ انجیل کی تعلیم ہے۔ انجیل کی مثالیں اور بہت سی عبارتیں اس میں بعینہٖ درج ہیں۔ چنانچہ پڑھنے والے کو کچھ بھی اس میں شک نہیں رہ سکتا کہ انجیل اور اس کتاب کا مؤلف ایک ہی ہے اور طرفہ تر یہ کہ اس کتاب کا نام بھی انجیل ہی ہے۔ اور استعارہ کے رنگ میں یہودیوں کو ایک ظالم باپ قرار دے کر ایک لطیف قصہ بیان کیا ہے جو عمدہ نصائح سے پر ہے۔ اور مدت ہوئی کہ یہ کتاب یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے"۔

یہاں پہنچ کر مصنف کی تحقیق شباب پر نظر آتی ہے اور لاریب کہ یہ اس صدی کا سب سے بڑا علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے جس نے اس نظریے کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا اور وہ اب تک آسمان پر بیٹھے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کی یہ گمشدہ انجیل دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے مصنف نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ انجیل واقعتہ اور حقیقتاً حضرت مسیحؑ ہی کی انجیل ہے۔ فاضل مصنف نے اس انجیل سے اندرونی شہادتیں پیش کی ہیں جو پکار پکار کر اعلان کر رہی ہیں کہ یہ انجیل جو واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰؑ پر ہندوستان میں نازل ہوئی تھی اور آپؑ کی معروف انجیل یعنی انجیل

مقدس دونوں ایک ہی شخصیت (حضرت مسیحؑ) کی ہیں۔ کتاب کا یہ باب تو ہر اس شخص کے لیے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے جو اس موضوع سے ذرا بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ اس باب میں اس نے نو دریافت انجیل (صحیفہ یوز آسف) سے جو تمثیلیں پیش کی ہیں اور ان کا حضرت عیسیٰؑ کی معروف انجیل (انجیل مقدس) کی تمثیلوں سے جو تقابل کیا ہے وہ تو پڑھنے والے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ انجیل حقیقتہً حضرت عیسیٰؑ ابن مریم ہی کی ہے۔

مذکورہ باب کے آخر میں فاضل مصنف نے "مسیحؑ کی ہندی انجیل" کے عنوان سے اس نو دریافت انجیل کے کچھ اقتباسات بھی پیش کیے ہیں جن میں جگہ بہ جگہ حضرت عیسیٰؑ کی آواز صاف صاف سنی جا سکتی ہے۔ البتہ یہ اقتباسات تھوڑے سے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا کہ فاضل مصنف حضرت عیسیٰؑ کی یہ نو دریافت ساری انجیل پیش کر دیتے تاکہ اس طرح یہ مقدس اور تاریخی دستاویز ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی اور اس کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہو جاتی۔ اگر اب بھی ایسا ہو جائے تو یہ بیسویں صدی کی طرف سے اکیسویں صدی کے لیے سب سے بڑا علمی و تحقیقی اور روحانی تحفہ ہو گا۔ کتاب کی قیمت سو روپے ہے۔ بہت سی نادر اور تاریخی تصویریں بھی کتاب میں شامل ہیں۔ سرورق سے لے کر کاغذ اور طباعت تک ہر چیز پر کشش اور معیاری ہے۔ یہ کتاب لاہور آرٹ پریس، نیو انار کلی (لاہور) کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور ملنے کا پتہ ہے۔ ۲۳ / این، عوامی فلیٹس، ریواز گارڈن، لاہور۔ 5400 (پاکستان)۔

ن۔ا

اقوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام

دائمی سلطنت

"دائمی سلطنت میں ۔۔۔ ایسی فرحت و مسرت ہے کہ اس کے ساتھ غم و رنج کا نام نہیں اور ایسی خوشحالی ہے جس میں بدحالی نہیں اور ایسی محبت ہے کہ اس کے ساتھ عداوت نہیں اور وہ خوشنودی ہے جس کے ساتھ ناراضی نہیں اور چین ایسا ہے کہ اس کے ساتھ خوف نہیں اور خوبصورتی ایسی ہے کہ اس کے ساتھ بدصورتی نہیں اور تندرستی ایسی ہے کہ بیماری سے اس کو واسطہ نہیں اور حیات ایسی جس میں موت نہیں اور خوشبو ایسی کہ اس میں بدبو کو دخل نہیں اور ملک ایسا جو کبھی قبضہ سے نہ جائے اور مکان ایسا جس کو کبھی زوال نہیں"۔ ("مقام مسیح" ص ۶۰)

انبیاء کی آمد کے موسم

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص باغ لگاتا اور اس کو آباد کرتا اور اس میں قسم قسم کے درخت نصب کرتا اور طرح طرح کے پھول لگاتا ہے، موسم سرما میں باغ میں جاتا ہی نہیں ہے مگر جب بہار کا موسم آتا ہے درختوں میں پھول اور پھل لگتے اور گلبنوں میں کلیاں اور شگوفے ظاہر ہوتے ہیں تو باغ میں جاتا اور وہیں ڈیرے ڈالتا ہے اور پھولوں اور پھلوں سے لطف و تمتع حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح سے انبیاء و رسل بھی کسی زمانہ میں آتے ہیں، اور کسی میں نہیں آتے اور ہر زمانہ کا تقاضا الگ ہوتا ہے جیسے بہار و خزاں کے زمانہ کا تقاضا پھولوں اور پھلوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے"۔ ("مقام مسیح" ص ۴۹)